یارانِ تیزگام نے محمل کو جا لیا
ہم محوِ نالۂ جرسِ کارواں رہے

شعر 8: رکھوں میں روک کیوں کر دل اپنے کو مصحفیؔ
میرے کہے میں اب تو میرا دل نہیں رہا

مشکل الفاظ کے معانی: ○ **دل روک رکھنا:** دِل کو سنبھالنا' دِل کو اپنے بس میں رکھنا ○ **کہے میں رہنا:** کہا ماننا' تابع ہونا

مفہوم: میرا دِل میرے بس میں نہیں رہا۔ محبوب کا ہو کر رہ گیا ہے۔

تشریح: مصحفیؔ اس مقطع میں اپنے دِل کے اپنے ہاتھوں سے نکل جانے اور محبوب کا ہو جانے کا ذکر کرتے ہیں کہ مَیں اپنے دِل کو اپنے پاس سنبھال کر نہیں رکھ سکتا۔ وہ میرے محبوب کا ہو کر رہ گیا ہے۔ میرے بس میں نہیں رہا۔ بقول علامہ اقبالؒ

؎ اِس کو اپنا ہے جنوں اور مجھے سودا اپنا
دِل کسی اور کا دیوانہ میں دیوانہ دل

شاعر کہتا ہے جب سے مجھے عشق ہوا میرا دِل میرے محبوب کا ہو کر رہ گیا' میرے کسی ارادے اور خواہش کے مطابق عمل نہیں کرتا۔ یہ عجیب بات ہے کہ دِل تو عاشق کے سینے میں دھڑک رہا ہوتا ہے لیکن وہ اِس کا اپنا نہیں رہتا۔ محبوب کا ہو کر رہ جاتا ہے۔ انسان کو اگر اللہ سے عشق ہو جائے تو عاشق کا دِل خانہ کعبہ بلکہ عرشِ ربِ جلیل ہو جاتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ سے عشق ہو تو عاشق کا دِل مدینہ بلکہ روضۂ اطہر کی جالی بن جاتا ہے۔ خانۂ کعبہ کا خیال آئے تو عاشق خود کو طواف کرتا' سعی کرتا' آبِ زمزم پیتا' نمازیں ادا کرتا اور نوافل پڑھتا دیکھتا ہے۔ دل محبوب کا کوچہ' محبوب کے گھر کے در و بام یا محبوب کی ذات بن جاتا ہے۔ دِل کا تعلق' عاشق سے زیادہ محبوب سے ہو جاتا ہے۔ اُس کی ہر دھڑکن محبوب سے تعلق کا پتا دیتی ہے۔

؎ واں سے نکل کے پھر نہ فراغت ہوئی نصیب
آسودگی کی جان تیری انجمن میں تھی

2۔ غزل ——— شیخ غلام ہمدانی مصحفیؔ

شعر 1: نہ گیا کوئی عدم کو دلِ شاداں لے کر
یاں سے کیا کیا نہ گئے حسرت و ارماں لے کر

مشکل الفاظ کے معانی: ○ **عدم:** اگلی دُنیا ○ **دلِ شاداں:** خوش و خرم دِل' باغ باغ دِل ○ **یاں:** یہاں ○ **کیا کیا:** مراد کیسے کیسے لوگ ○ **حسرت:** کسی چیز کے نہ ملنے کا افسوس' وہ آرزو جو پوری نہ ہو ○ **ارماں:** خواہش' آرزو' تمنا

مفہوم: اِس دُنیا سے بڑے بڑے لوگ بھی خوش ہو کر نہیں گئے۔ ناکام تمناؤں کے ساتھ اگلی دُنیا میں چلے گئے۔

تشریح: مصحفیؔ غزل کے اِس مطلع میں دنیا میں زندگی گزار کر جانے والے لوگوں کی دِلی کیفیات کا ذکر کرتے ہیں کہ بڑے بڑے لوگ بھی دنیا سے جاتے وقت مایوس ہو جاتے ہیں' اُن کی دنیوی آرزوئیں اور تمنائیں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں۔ اُن کے ارمان پورے نہیں ہوتے' مرادیں ناکام، آرزوئیں نامکمل یعنی حسرتیں بن کر رہ جاتی ہیں۔ دنیا میں عیش وعشرت سے زندگی گزارنے والا' بڑے سے بڑا دولت مند آدمی بھی عمر گزارنے کے بعد دنیا سے رخصت ہوتے وقت یہی خیال کرتا ہے کہ اُس کی ابھی بہت سی آرزوئیں باقی رہ گئی ہیں۔ وقت کی کمی کے باعث ہر آرزو ایک حسرت بن کر رہ جاتی ہے۔ مرنے والا آرزو کرتا ہے کہ مجھے تھوڑی سی مہلت مل جائے تو مَیں فلاں فلاں کام کرلوں۔ یہ آرزو پوری ہو جاتی تو اچھا تھا۔ وہ خواہش پوری ہو جاتی تو بہتر تھا۔ نوجوان مَر رہا ہو تو وہ کسی محبوب کے نہ ملنے کے افسوس میں مَر جاتا ہے' بزرگ ہو تو اپنے بچوں کی شادیاں نہ کر سکنے اور پھر اُن کے بچوں کے مسائل حل نہ کر سکنے کی فکر میں اپنے آپ کو گھلاتا ہے۔ کوئی مال و دولت اکٹھا کرنے کا شوقین ہے تو بے حد وحساب دولت کمانے کے باوجود مزید دولت کی ہوس میں مرتا ہے۔ کاروں کے نئے ماڈل پانے کی خواہش' نئے ڈیزائن کی کوٹھیاں بنوانے کی تمنا' دوستوں اور عزیزوں سے ملنے ملانے کی آرزو دِل ہی میں رہ جاتی ہے۔ ہزاروں خواہشیں پوری ہونے کے باوجود لوگ بہت سی خواہشیں پوری نہ ہونے کا ارمان اور افسوس ساتھ لے کر مَر جاتے ہیں۔ غالب نے کہا تھا:

ؔ ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

شعر 2: **باغ وہ دشتِ جنوں تھا کہ کبھی جس میں سے**
لالہ و گل گئے ثابت نہ گریباں لے کر

مشکل الفاظ کے معانی: ○ **دشت:** جنگل' صحرا' بیاباں ○ **جنوں:** دیوانگی' غصہ' توجہ ایک نقطے پر مرکوز کرنا' عشق ○ **لالہ و گل:** پوست کا پھول اور دیگر پھول ○ **ثابت:** مکمل ○ **گریباں:** لباس کا وہ حصہ جو گلے سے شروع ہو کر نیچے تک لٹکتا رہتا ہے۔

مفہوم: باغ جنون کا ایسا صحرا تھا جس میں لالہ و گل کے گریبان چاک ہو گئے۔

تشریح: مصحفیؔ نے اس شعر میں باغ اور اس سے متعلقہ دوسری چیزوں کا ذکر کر کے مراعاۃ النظیر سے بڑی معنویت پیدا کی ہے۔ کہتے ہیں کہ باغ محبت کا ایک ایسا صحرا تھا کہ جس میں کھلنے والے پھول' باغ کی زینت اور آرائش و زیبائش کا سبب بننے والے' کھلتے ہیں تو خود اپنی پتیاں سنبھال نہیں پاتے' اُن کی پتیاں بکھر جاتی ہیں۔ گویا ان کا گریبان پھٹ جاتا ہے۔ محبت کے اس صحرا میں کوئی اپنے وجود کو کیسا ہی سنوار کر رکھے، بالآخر اُسے زوال کے عمل سے گزرنا ہے۔ یہاں چمن سے مراد دُنیا بھی ہے اور لالہ و گل سے مراد دُنیا کے لوگ ہیں۔ یہ دنیا'

وہ دشتِ جنوں ہے کہ جس میں پیدا ہونے والا ہر شخص دنیا سے رخصت ہوتے وقت ناکام و نامراد ہی جاتا ہے اور دُنیا کی محبت میں اپنا گریباں چاک کر بیٹھتا ہے۔ وہ دُنیا کی محبت میں اس قدر غرق ہو جاتا ہے کہ اُسے یہاں سے جانے کی فکر ہی نہیں رہتی۔ دُنیا کی محبت اسے دیوانہ بنا لیتی ہے۔ اس محبت میں گریباں تار تار ہو جاتا ہے۔ شاعر نے اس شعر میں اخلاقیات کے حوالے سے دُنیا والوں کو ایک درس دیا ہے کہ دنیا میں ان کا قیام لالہ و گل کی طرح عارضی ہے، ان کی زندگی بے چارگی کی تصویر ہے۔ وہ پھر بھی دُنیا میں بہت سارا سرمایہ اپنے پاس جمع کر لیتے ہیں لیکن موت انہیں اپنے ساتھ کچھ بھی نہیں لے جانے دیتی۔ دُنیا کی محبت میں گریباں چاک کرنے والا اپنے ساتھ کچھ بھی نہیں لے جا سکتا۔ وہ سب کچھ یہاں لٹا کر جاتا ہے۔ "الھٰکُمُ التَّکاثُر حَتّٰی زرتم المقابر"

میر تقی میر نے کیا خوب کہا ہے:

؎ آفاق کی منزل سے گیا کون سلامت

اسباب لٹا راہ میں یاں ہر سفری کا

شعر 3: پردۂ خاک میں سو، سو رہے جا کر افسوس

پردۂ رخسار پہ کیا کیا مہِ تاباں لے کر

مشکل الفاظ کے معانی: ○ **پردۂ خاک:** خاک کے پردے میں مراد زمین کے اندر ○ **مہ تاباں:** روشن اور چمکتا ہوا چاند

مفہوم: روشن چاند جیسے خوبصورت چہروں والے لوگ زمین میں دفن ہو گئے۔

تشریح: شاعر موت کی حقیقت بیان کر رہا ہے وہ کہتا ہے کہ دُنیا میں کیسے خوبصورت لوگ پیدا ہوتے ہیں مگر جب موت آتی ہے تو انہیں زیرِ زمین مٹی میں دفن کر دیا جاتا ہے۔ اِن کا حسن انہیں مٹی میں ملنے سے نہیں روک سکتا۔ شاعر اس بات کا بڑا افسوس کرتا ہے۔ کیسے کیسے خوبصورت چہروں والے لوگ مٹی میں مل جاتے ہیں۔ شاعر دراصل سبق دینا چاہتا ہے کہ دُنیا میں رہتے ہوئے اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ ایک دِن ہمیں اِس دنیا سے رخصت ہو جانا ہے۔ مرنے کے بعد ہمیں مٹی میں دفن کر دیا جائے گا۔ اس لیے ابدی زندگی کی طرف توجہ دینی چاہیے۔ چھوٹے بڑے، چمکتے ہوئے چاند جیسا چہرہ رکھنے والے لوگ بالآخر مٹی میں مل کر رہ جاتے ہیں۔ گویا چاند مٹی میں ملا دیئے جاتے ہیں۔ بقول آتش:

؎ نہ گورِ سکندر نہ ہے قبرِ دارا

مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے

شعر 4: ابر کی طرح سے کردیویں گے عالم کو نہال

ہم جدھر جاویں گے یہ دیدۂ گریاں لے کر

مشکل الفاظ کے معانی: ○ **ابر:** بادل ○ **کردیویں گے:** کر دیں گے ○ **عالم:** دُنیا ○ **نہال:** مالا مال،

خوشحال پودا ○ دیدۂ گریاں: روتی ہوئی آنکھ

مفہوم: ہم اس انداز سے روتے ہیں کہ جدھر بھی جائیں دُنیا کو جل تھل کر دیتے ہیں۔

تشریح: مصحفی اپنے رونے کے انداز کا ذکر کرتے ہیں کہ وہ عام لوگوں کی طرح نہیں روتے بلکہ ان کا رونا بے حساب ہے۔ اس رونے کے پیچھے محض رونے کی عادت نہیں بلکہ دُکھوں کا تسلسل، تکلیفوں کا طومار، محبوب کی بے وفائی، دوستوں کی کج ادائی، اپنوں کے دھوکے، غیروں کا تعصب، بغض اور عناد کے نتیجے میں پیدا ہونے والے غموں کا احساس ہے جو شاعر کو مسلسل رونے پر مجبور کرتا ہے۔ شاعر کا دعویٰ ہے کہ وہ جس طرف بھی روتا ہوا جائے گا۔ ساری دنیا کو آنسوؤں سے جل تھل کر دے گا۔

؎ رونے سے اور عشق میں بیباک ہو گئے
دھوئے گئے ہم ایسے کہ بس پاک ہو گئے

شعر 5: پھر گئی سوئے اسیرانِ قفس بادِ صبا
خبرِ آمدِ ایامِ بہاراں لے کر

مشکل الفاظ کے معانی: ○ سوئے اسیرانِ قفس: قید خانے میں بند قیدیوں کی طرف ○ بادِ صبا: صبح کی ہوا ○ خبرِ آمدِ ایامِ بہاراں: بہار کے دِنوں کے آنے کی خبر

مفہوم: صبح کی ہوا قید خانے میں بند قیدیوں کی طرف بہار کے دِنوں کے آنے کی خبر پھر لے کر گئی۔

تشریح: قید خانے میں بند قیدیوں کی زندگی تو بہار میں بھی خزاں کی طرح ہوتی ہے لیکن اگر انہیں قید خانے کے باہر کی دنیا میں بہار کی آمد کا پتا چلے تو ان کی بے قراری اور بے چینی میں شدید اضافہ ہو جاتا ہے۔ قید خانے کے درودیوار ان پر اور بھی تنگ ہو جاتے ہیں۔ ان کے لیے قید خانے میں وقت گزارنا بلکہ سانس لینا تک دوبھر ہو جاتا ہے۔ وہ جلد سے جلد اس قید خانے سے نکل بھاگنا چاہتے ہیں۔ ہر قدم پر قیدیوں کو نئی مجلسِ غم سے واسطہ پڑتا ہے۔ انہیں کوئی اپنا ہمدرد نظر نہیں آتا۔ وہ اپنے دل کی کیفیت کا اظہار کسی سے بھی نہیں کر سکتے۔ عید کے موقع پر بھی وہ رنجیدہ والم رسیدہ رہتے ہیں۔ اس لیے شاعر کہتا ہے کہ جب قیدیوں کو صبح کی تازہ اور ٹھنڈی ہوا سے موسم کی بدلتی ہوئی کیفیت کا اندازہ ہوا اور وہ یہ سمجھے کہ قید خانے کے باہر بہار کا موسم آنے والا ہے تو رنج والم اپنی انتہائی حد کو چھو کر انہیں بے قرار کرنے لگتا ہے۔

انہیں یہ ڈر ہوتا ہے کہ وہ قید خانے ہی میں گھٹ کر نہ مر جائیں۔ قید خانے کے باہر بہار دھومیں مچا رہی ہیں اور قید خانے کے اندر وہ موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا ہیں ان کا کوئی پرسانِ حال نہیں۔ قید خانے کے باہر آزاد لوگ خوشی کے ترانے گا رہے ہیں مگر قید خانے کے اندر قیدی دم سادھے خاموش نظروں سے قید خانے کے درودیوار پر چھائی ہوئی اُداسی کو تک رہے ہیں وہ خود اُداسیوں کے گہرے اندھیروں میں ڈوب جاتے ہیں، دل میں دُکھوں کے الاؤ جلتے ہیں۔